بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان میں قیامِ امن کی حالیہ جدوجہد!

۱۶ دسمبر، اہل پاکستان کے لیے پہلے ہی ایک الم ناک یادگار رکھتا تھا۔ یہی دن تھا جب عالم اسلام کی سب سے بڑی ریاست، پاکستان دو لخت ہوئی، اور پاکستان کے ازلی دشمن بھارت نے ریاستی دہشت گردی کے ذریعے سقوطِ ڈھاکہ کروایا اور کہا کہ ہم نے آج تقسیم ہند کا بدلہ لے لیا۔ برسہا برس بعد پھر اسی دن، امن دشمن قوتوں کی طرف سے پشاور آرمی پبلک سکول میں معصوم بچوں کو نشانہ بنا کر وحشت ناک ظلم وبربریت کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اس واقعہ نے اہل وطن کو ہلا کے رکھ دیا، علمائے کرام سمیت ہر طبقہ نے اس سانحہ کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی۔ دوسری جانب دین بیزار سیکولر طبقہ نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے، اس سانحہ کو آڑ بنا کر نظریۂ اسلام کو نقصان پہنچانے اور اس کو دہشت گردی سے متہم کرنے کی منظّم مہم کا آغاز کر دیا۔ معصوم بچوں کی الم ناک شہادت کو دینی تعلیم اور اس کے حامل راسخ العقیدہ علما کے خلاف کاروائیوں کی وجہِ جواز بنا دیا گیا۔ انتہا پسندی پر قائم ہر دو رویے قابل تنقید اور مسائل پیدا کرنے کی بنیاد ہیں۔

'اسلام' دین امن ہے، نبی اسلام رحمۃ للعالمین ہیں، اسلام میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا ہے[1]، نبی کریم ﷺ نے ایک مسلمان کے ناروا قتل کو، دنیا جہاں کی تباہی سے سنگین تر قرار[2] دیا ہے۔ شرک کے بعد قتل کو بدترین ظلم[3] بتایا گیا اور ناروا قتل کے

---

۱ ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾ (المائدۃ:۳۲)

۲ «لَزوالُ الدنيا أهونُ على الله من قتلِ رجُلٍ مُسلِم» حديثٌ صحيحٌ؛ رواه الترمذي

۳ ... يا رسول الله! أيُّ الذنب أكبر؟ قال: «أن تجعَلَ لله نِدًّا وهو خلقَك»، قلتُ: ثم أيٌّ؟ قال: «أن تقتُلَ ولدَك خشيةَ أن يطعمَ معك» رواه البخاري ومسلم

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

بدلے قاتل کو جینے کے حق سے محروم کر دینے یعنی قصاص لینے کو اسلام نے حیوٰۃ قرار[1] دیا ہے۔ قیامت کے دن اجتماعی معاملات میں سب سے پہلے خونِ ناحق کا فیصلہ[2] کیا جائے گا اور ایک ناحق خون میں اگر دنیا جہاں کے لوگ شریک پائے گئے تو اللہ تعالیٰ اس ظلم کی پاداش میں ان سب کو نارِ جہنم میں جھونک[3] دیں گے۔

اسلام تو کسی انسان کی طرف تیز دھار شے سے اشارہ کرنے کو جائز قرار[4] نہیں دیتا۔ انسان تو ایک طرف رہے، کسی جاندار کی بلاوجہ جان لے لینا قیامت کے دن باعثِ گرفت ہو گا اور چڑیا، مرغی جیسے بے ضرر پرندے روزِ قیامت اپنے خالق کے سامنے اس امر کی دہائی دیں گے کہ فلاں شخص نے بلاوجہ میری جان لی[5]، اور ظالم کو اس ظلم کا جواب دینا ہو گا۔ انسان کو تو اپنی جان لینے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی[6] اور جو شخص خودکشی کا ارتکاب کرے گا، تو وہ روزِ محشر اسی آلۂ قتل کے ساتھ اللہ عزوجل کے سامنے پیش ہو گا، اور اسے ہمیشہ کے لیے یوں ہی اپنے آپ کو قتل کرتے رہنے کی سزا سنائی[7] جائے گی۔

پشاور آرمی سکول کے واقعہ میں سو سے زائد بچوں کو جس طرح موت کے گھاٹ اُتارا گیا، ایسے ظلم کی مثال انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ بہت سے مواقع پر انسانوں کو قتل کرنے کے بہیمانہ واقعات تو ملتے ہیں، لیکن معصوم بچوں کو نشانہ بنا کر اُنہیں قتل کر دینا وحشت کی ایسی شرم ناک مثال ہے جس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ یہ بھی درست ہے کہ ڈرون حملوں اور بم دھماکوں میں بھی بڑی تعداد میں بچے شہید ہوتے رہے ہیں، جو ایک بدترین ظلم ہے، لیکن ان حملوں میں براہِ راست صرف بچوں کو نشانہ نہیں بنایا جاتا رہا۔

---

۱ ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۷۹)

۲ «أولُ ما يُقضَى بين الناس يوم القيامة في الدماء» رواه البخاري ومسلم

۳ «لو أن أهلَ السماء والأرض اشترَكوا في دم مؤمنٍ لأكبَّهم الله في النار» صحيحٌ؛ رواه الترمذي

۴ «من أشارَ إلى أخيه بحديدةٍ فإن الملائكةَ تلعَنُه، حتى وإن كان أخاه لأبيه وأمِّه» مسلم والترمذي

۵ «من قتلَ عُصفورًا عبثًا عجَّ إلى الله يوم القيامة، يقول: يا ربِّ إن فلانًا قتَلَني عبثًا ولم يقتُلني لمنفعَة»؛ رواه النسائي و أحمد

۶ ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ (النساء:۲۹)

۷ «....ومن قتلَ نفسَه بحديدةٍ، فحديدتُه في يدِه يجأُ بها في بطنِه في نار جهنَّم خالدًا مُخلَّدًا فيها أبدًا»؛ رواه البخاري ومسلم

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

اسلام کی رو سے کسی کے جرم کی سزا دوسرے کو نہیں دی جا سکتی اور کسی معصوم بچے کو قتل کرنا تو سراسر زیادتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا خبیب انصاری رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ موجود ہے، جب دھوکہ سے اُن کو قید کرکے آخرکار اُن کو شہید کردیا گیا۔ دورانِ قید اُن کے ہاتھ میں ظالموں کا بچہ اور تیز دھار اُسترا آگئے تو اُنہوں نے اس بچے کو نقصان پہنچانے کے بجائے فرمایا: «تَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَلِكَ»[1] ''کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اس کو قتل کردوں گا، ہرگز نہیں۔''

انسانی اخلاقیات اور شریعتِ اسلامیہ ہر دو اعتبار سے معصوم بچوں کو نشانہ بنانا ممنوع اور مذموم عمل ہے، حتیٰ کہ ایسی عورت جس کی بدکاری کی وجہ سے اس کا مقدر قتل کی سزا تھی، حاملہ ہونے کی وجہ سے اس کی سزا کو بھی مؤخر کردیا جاتا ہے اور اس کی سزا کے نفاذ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک مؤخر کردیا جب تک اس کا بچہ ولادت کے بعد ماں کے دودھ سے مستغنی نہیں ہوگیا۔[2]

مذکورہ بالا دلائل کی بنا پر دیکھا جائے تو پشاور آرمی سکول میں ہونے والے اس سانحہ کا کسی طرح بھی کوئی جواز پیش نہیں کیا جاسکتا، یہ انسانیت سوز فعل اور سراسر غیر اسلامی عمل ہے!!

وطنِ عزیز پاکستان میں اس نوع کے سانحات و حادثات تسلسل کے ساتھ کیوں رونما ہو رہے ہیں؟ کن اسباب کی بنا پر یہ دہشت گردی اور ہلاکت خیزی بڑھتی جارہی ہے؟ مزید یہ کہ نظریاتی اور مذہبی و مسلکی تفریق کو کیوں ہوا دے کر مزید گہرا اور نمایاں کیا جارہا ہے؟ سرکاری اقدامات کیوں مذہبی طبقے کی ناراضی کا باعث بن رہے ہیں؟ ظاہر ہے یہ ایک لمبا اور کثیر الجہت موضوع ہے، جس کے تانے بانے کئی سالوں، ممالک اور متعدد محرکات تک پھیلے ہوئے ہیں۔ فی الوقت ان کثیر پہلوؤں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے پشاور میں دہشت گردی کے حالیہ واقعہ پر حکومتی ذمہ داریوں اور ان کے اختیار کردہ اقدامات اور رویوں کو ہم زیر بحث لاتے ہیں۔

سانحۂ پشاور کی شدت نے حکومتِ پاکستان کے اعصاب کو لرزا دیا، اور آئندہ دنوں میں ایک طرف حکومتی کارپردازوں نے 'نیشنل ایکشن پلان' کے نام سے ۲۰ نکاتی لائحۂ عمل تشکیل دیا تو دوسری طرف کچھ ہی دنوں میں آئین میں اکیسویں ترمیم متعارف کرائی گئی، جس کے نتیجے میں برطانوی ہفت روزہ

۱ صحیح بخاری: ۳۰۴۵، باب ہل یستا سر الرجل؟

۲ فَقَالَ ﷺ: «إِذًا لَا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ وَلَدَهَا صَغِيرًا لَيْسَ لَهُ مَنْ يُرْضِعُهُ...» (صحیح مسلم: ۱۶۹۵)
'' ہم کیوں کر اس کو سنگسار کرسکتے ہیں، حالانکہ اُس کا چھوٹا بچہ ہے، اُس بچے کو دودھ کون پلائے گا؟''

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

اکانومسٹ اور نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق فوج ڈرائیونگ سیٹ پر آگئی، عسکری قیادت پر کھلے اعتماد کا اظہار کیا گیا اور دہشت گردی کے خاتمے میں اس کے موقف اور اقدام کو قومی سطح پر تسلیم کر لیا گیا۔ ماضی کی مضبوط مزاحمت کار اعلیٰ عدلیہ پر برتری حاصل کرتے ہوئے فوجی عدالتوں کو دہشت گردی کے مسئلے کا حل قرار دے دیا گیا[1]۔ 'نیشنل ایکشن پلان' کی رو سے سزا یافتہ دہشت گردوں کو پھانسی دینا، ملک میں کسی مسلح لشکر کو قائم یا مؤثر ہونے کی اجازت نہ دینا، نفرت انگیز تقاریر اور شدت پسندی والے لٹریچر پر پابندی، دہشت گردوں اور دہشت گرد تنظیموں کو فنڈز کی فراہمی پر بندش، کسی اور نام کے استعمال پر گرفت، مدارس کی رجسٹریشن اور ضابطہ عمل کی تشکیل، مذہبی دراز دستیوں کے خلاف مؤثر اقدامات، دہشت گرد تنظیموں / افراد کا ہر طرح میڈیا پر بائیکاٹ، اور انکے مواصلاتی نیٹ ورک مسمار کرنا وغیرہ کے اہداف شامل کیے گئے۔ اکیسویں آئینی ترمیم کی منظوری سے اہم ترین مقصد یہ حاصل کیا گیا کہ دہشت گردی کے واقعات کو فوجی عدالتوں میں پیش کیا جائے گا، اور فوجی عدالتوں میں پیش کرنے کی پابندی صرف ایسے افراد پر لاگو ہوگی، جو کسی مذہب یا مذہبی فرقے کے حوالے سے مشہور ہوں۔ مذکورہ بالا دونوں اقدامات کے حوالے سے ہماری معروضات حسبِ ذیل ہیں:

① سب سے پہلے تو یہ حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کی ذمّہ داری قبول کرے۔ کئی سالوں سے یہ روایت پختہ ہو رہی ہے کہ کسی بھی ہلاکت خیز واقعہ کے بعد میڈیا پر یہ تاثر قائم کر کے کہ یہ کام دہشت گردوں نے کیا ہے، اور ان کی طرف سے کسی نامعلوم کال کرنے والے نے ذمّہ داری اُٹھالی ہے، حکمران اور قانون نافذ کرنے والے ادارے بظاہر اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو جاتے ہیں کہ اب یہ قتل ہو جانے والے گویا اندھے قتل کا مصداق بن گئے ہیں اور ان کو انصاف اُس دن ہی ملے گا، یا قتل و غارت کا یہ سلسلہ اس وقت ہی تھمے گا، جب دہشت گردی کی یہ جنگ ختم ہو جائے گی۔ حکومت کا یہ رویّہ سراسر غلط اور اپنی ذمّہ داریوں سے نگاہیں چرانے کے مترادف ہے۔ اگر پاکستان اس طویل اور لامتناہی جنگ کا شکار ہے، تو اس کی وجہ بھی سابقہ حکومتوں کی پالیسیاں ہی ہیں۔ موجودہ وزیر داخلہ، آغازِ حکومت میں اس بیانیہ کو پوری شدت سے پیش کیا کرتے تھے۔ قیامِ امن کے لیے اُنہوں نے عسکری گروپوں سے مذاکرات کی

[1] روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۲ر جنوری ۲۰۱۵ء

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

راہ بھی اختیار کی۔ ان حکومتی اقدامات کو بعض عناصر اور ڈرون حملوں نے ناکام بنانے کی سرتوڑ کوششیں کیں، مذاکرات کی مخالفت کی اور آخرِکار فوجی آپریشن شروع کر دیا گیا جسے امریکہ، برطانیہ وغیرہ کی طرف سے بھی سراہا گیا۔

پاکستان میں دہشت گردی جس بھیانک اور انسانیت سوز مرحلے میں داخل ہو چکی ہے، اس کے مقابلے کے لیے حکومت کو پوری قوت اور تدبیر سے کام لینا ہو گا۔ ایک ایٹمی اور عسکری طاقت ہونے کے ناطے پاکستان پر باہر سے تو تباہی مسلط نہیں کی جا سکتی۔ اس واحد مسلم ایٹمی طاقت کو اس کے دشمن، داخلی جنگ میں ہی گرفتار کر کے، اپنے مذموم مقاصد پورے کر سکتے ہیں۔

② پاکستان میں امن وامان کا قیام حکومت کا اوّلین فریضہ ہے، جس پر ہی اس کی کامیابی وناکامی کا دارومدار ہے۔ یہ جنگ اس وقت اخلاقی جواز کھو دے گی، جب یہ تاثر گہرا ہو جائے کہ یہ پاکستان کی بجائے غیروں کے مفادات کے لیے کی جانے والی جدوجہد ہے، اور اس میں غیروں کے مفادات کو تحفظ دیا جاتا اور ان کی ہدایات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ 'ضربِ عضب' کے نام سے پاک فوج کے آپریشن پر اگر امریکی افواج وسفارت کار پاکستانی فورسز کی تائید کرتیں اور ان کو لیشن سپورٹ فنڈ جاری کرتی ہیں، تو اس سے فوری طور پر یہ اندیشہ سر اُٹھاتا ہے کہ پاکستان کی جنگ میں غیروں کے کونسے مفادات کی پاسداری کی جا رہی ہے جس کی تائید کے لیے ان کی سفارتیں اور اموال وترغیبات آگے آ رہے ہیں۔ اس جدوجہد کو شبہات سے بالکل پاک ہونا چاہیے۔

③ دہشت گردی اور بدامنی ایک ناسور ہے جس کا ہر قیمت پر خاتمہ ضروری ہے۔ یہ عزم جس طرح مصمّم ارادہ کا محتاج ہے، اسی طرح اس کے نفاذ میں کسی قسم کی ذاتی پسند وناپسند کو بھی آڑے نہیں آنا چاہیے۔ آئین میں ہونے والی حالیہ اکیسویں ترمیم میں واضح طور پر یہ امتیاز نظر آتا ہے کہ یہ ترمیم دہشت گردی کے سلسلے میں صرف مذہبی طبقات کو نشانہ بنانے کے لیے کی گئی ہے، دہشت گردی کا اقدام اگر کوئی دین ومذہب کی بنا پر کرے تو اکیسویں ترمیم کے ذریعے اس کو توسیدھا فوجی عدالتوں کے سپرد کرنے کی قانون سازی کر دی گئی ہے، جب کہ یہی جرائم اگر کسی دین بیزار شخص یا تنظیم سے، مذہب کے حوالے کے بغیر سرزد ہوں تو اس کے لیے عام قانون اور عام عدالتیں کافی سمجھی گئی ہیں۔ اس بنا پر یہ ترمیم مذہبی طبقات کے خلاف واضح امتیاز پر مبنی اور جرم سے قبل فردِ جرم

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

قرار پاتی ہے، اور اس میں ریاست کے تمام شہریوں کے مابین مساوات کے شرعی و جمہوری حق کو پامال کیا گیا ہے۔ ۷ جنوری کو منظور ہونے والی یہ ترمیم کل تین نکات پر مشتمل ہے جس میں دوسرے نکتے کا یہ حصہ بطور خاص قابل توجہ ہے:

"پاکستان کے دستور کے آرٹیکل ۱۷۵ میں، شق نمبر ۳ کے بعد اس جملہ کا اضافہ کیا جائے:

Provided that the provisions of this Article shall have no application to the trial of persons under any of the Acts metnioned at serial No. 6, 7, 8 and 9 of sub-part III or Part I of the First Schedule, who claims, or is known, to belong to any terrorist group or organization using the name of religion or a sect.

"...(دستور کے آرٹیکل نمبر ۱۷۵ کا) ایسے شخص کے مقدمہ پر اطلاق نہیں ہوگا جو اس ترمیم کے نکتہ ۱ یا نکتہ ۳ کی شق ۶ تا ۹ کے تحت آتے ہوئے کسی مذہب یا مذہبی فرقے سے تعلق رکھنے والی تنظیم / گروہ سے تعلق رکھتا ہو (یا مشہور ہو)۔"

قانون سازی میں ایسا صریح امتیاز، انصاف کے تقاضوں کے سراسر منافی ہے، دہشت گردی کے خاتمے کے لیے یہ امتیازی رویہ، اس ساری مہم کو اخلاقی تائید اور کامیابی سے محروم کر دے گا۔ حکومت کو اپنے سیاسی مفادات اور جوڑ توڑ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسے تمام طبقات کے لیے مساوی اور قابل قبول بنانا ہوگا، تبھی اس کا کوئی فائدہ ہوگا، وگرنہ یہ سب ایک بے کار مشق کے مترادف قرار پائے گا اور اس حساس مرحلے پر یہ امتیاز قوم کو مزید تقسیم کر دے گا۔ حکومت کو اچھے اور برے دہشت گرد کی تقسیم کرنے کی بجائے، ہر دہشت گرد اور امن دشمن کے ساتھ ایک ہی جیسا سخت برتاؤ کرنا چاہیے۔ جس طرح قانون کو ہر فرد پر یکساں نافذ ہونا چاہیے، اسی طرح ملک کے چپے چپے، ہر تنظیم، ہر ادارہ، ہر شخص اور ہر چھوٹے بڑے پر اس کا یکساں نفاذ ہونا چاہیے۔ زیارت ریذیڈنسی کو آگ لگانے اور قائد اعظم کی تصاویر کو پاؤں تلے روندنے، بسوں کو روک کر شناختی کارڈ چیک کرنے اور پنجابیوں کو نشانہ بنانے، کوئٹہ میں پنجابی ڈاکٹروں، پروفیسروں کو قتل کرنے، بلوچستان کی آزادی کا نعرہ لگانے، تعلیمی اداروں میں قومی ترانے کی ممانعت کرنیوالے اور بلدیہ ٹاؤن میں ۲۹۰ ورکروں کو زندہ جلا دینے والے ظالم دہشت گردوں کو فوجی عدالتوں میں کیوں پیش نہیں کیا جائے گا۔ کیا ایسے واقعات کی روک تھام کی

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

پاکستان کو کوئی ضرورت نہیں۔

نبی ﷺ نے سابقہ قوموں کی ہلاکت وزوال کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ «أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا»[1]

"اے لوگو! تم سے پہلی قومیں اس لیے ہلاک ہو گئیں کہ ان میں کوئی نامور شخص اگر چوری چکاری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کمزور شخص اس جرم کا ارتکاب کرتا تو اس پر قانون کے شکنجے کس دیتے۔ واللہ اگر فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔"

اور اسی بات کا قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے:

﴿ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾ ﴾[2]

"اور جب لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، اللہ تمہیں خوب ہی نصیحت کرتا ہے، بلاشبہ وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔"

④ وطن عزیز میں بہت سے اسلامی ادارے کام کر رہے ہیں جن کی تائید وتعاون ملک کے علاوہ بیرونِ ملک سے بھی مسلمان بھائی کرتے ہیں۔ اس لیے کہ ملتِ اسلامیہ ایک جسدِ واحد ہے، اور ملت کے مختلف حصّے اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے مسائل سے کبھی غافل نہیں رہ سکتے۔ اسی بنا پر پاکستان کے مسلمان بھی دنیا بھر کے مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک نظر آتے ہیں اور اپنے مال وزبان سے ان کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ پہلے بھی ملت کے اس عظیم نظریے سے کاٹ کر اہل پاکستان سے بیرونی تعاون پر بے جا بندشیں عائد کی گئیں اور اب بھی یہی رویہ دہرایا جا رہا ہے۔ دوسری طرف پاکستان میں ہزاروں این جی اوز مغربی ممالک کے علانیہ فنڈ سے، اس ملک وملت کے خلاف ایجنڈے پر مصروفِ عمل ہیں۔ اسلامی اداروں کو تو پابند کیا جاتا ہے کہ وہ حکومت کے علم میں لائے بغیر کسی اسلامی ادارے، یا ملک سے کوئی فنڈ حاصل نہیں کر سکتے، دوسری طرف

---

۱ صحیح مسلم: ۸، باب قطع السارق الشریف

۲ سورۃ النساء: ۵۸

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

امریکہ کھلم کھلا یو ایس ایڈ کے نام پر، ہزاروں تنظیموں کو اور مغربی ممالک کے سیکڑوں ڈونرز، کھمبیوں کی طرح اُگنے والی این جی اوز کو گرانٹ اور فنڈز کے نام پر بھاری رقوم دیتے ہیں۔ جن کا مقصد پاکستان کو مغربی طرزِ معاشرت میں ڈھالنا اور مغربی قوموں کے مفادات کی پاسداری کرنا ہوتا ہے۔ ایسے ڈونرز کی ڈائریکٹریاں اور ان کی دلچسپی کے موضوعات نہ صرف باقاعدہ مشتہر ہوتے ہیں بلکہ بہت سے پس پردہ مقاصد کے لیے بھی وہ بے دریغ ڈالرز دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ نیشنل ایکشن پلان کے تحت پولیس مختلف مذہبی تنظیموں کے ڈونیشن باکسز تو ضبط کرتی نظر آتی ہے، لیکن دوسری طرف پاکستانی مفادات کے خلاف بھارتی، اسرائیلی، یورپی اور امریکی گرانٹ سے چلنے والی این جی اوز کے لیے کوئی بندش نہیں۔ حکومت اگر بیرونِ ملک فنڈز کی روک تھام چاہتی اور ان پر نگرانی کی ضرورت سمجھتی ہے، تو اسے یہ اقدام بلا کسی امتیاز کے تمام تنظیموں کے لیے جاری کرنا چاہیے۔ بصورتِ دیگر یہ امتیازی رویہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔

⑤ دہشت گردی کی اس جنگ میں حسبِ سابق دینی مدارس کو بلاوجہ ہدف بنالیا گیا ہے، جبکہ دہشت گردی کے مرتکب افراد میں دینی مدارس سے زیادہ جدید کالج یونیورسٹیوں کے لوگ ملوث نظر آتے ہیں۔ کبھی مدارس کی رجسٹریشن کا شوشہ چھوڑ دیا جاتا اور کبھی ان کی فرقہ واریت اور امداد زیر بحث آجاتی ہے۔ اس سلسلے میں واضح رہنا چاہیے کہ اہل مدارس کا یہ عزم ہے کہ دہشت گردی ایک ناسور ہے اور اس کا خاتمہ ہر قیمت پر ہونا چاہیے۔ مسجد و مدرسہ سے وابستہ لوگ اس تشدد وانتہاپسندی پر یقین نہیں رکھتے اور ایسے اقدامات کو دین کے لیے سمّ قاتل سمجھتے ہیں۔ حکومت اور مقتدر طبقہ کو مدارس کا نام لے کر، یا کبھی دس فیصد کو مشکوک ٹھہرا کر، ان کی سرعام مذمت کا رویہ اپنانے کی بجائے، ایسے مدارس کی دوٹوک نشاندہی کرنی چاہیے جو دہشت گردانہ کاروائیوں میں ملوث ہیں۔ جس طرح کسی بھی طبقہ حیات کو جرم وزیادتی سے کلی طور پر بری قرار نہیں دیا جاسکتا، اسی طرح بعید از امکان نہیں کہ اکا دکا غلط سرگرمیاں کسی مذہبی ادارے میں بھی دریافت ہو جائیں۔ ذمہ دارانِ مدارس کا یہ عزم ہے کہ حکومت حقائق کی بنا پر جن مدارس کو دہشت گرد ثابت کرے گی، تمام مدارس نہ صرف اُن کا بائیکاٹ کریں گے، بلکہ ان کی رکنیت منسوخ کرکے ان کی مذمت بھی کریں گے۔ جہاں تک مدارس کی رجسٹریشن کی بات ہے تو برسہابرس سے حکومت

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

کے پاس رجسٹریشن کے لیے مدارس کی درجنوں درخواستیں جمع کرائی جاچکی ہیں، لیکن ان کی رجسٹریشن حکومتی ادارے خود نہیں کر رہے۔ یہی صورتحال مالی معاملات کی ہے کہ سالہا سال سے قومی بنک مدارس کے اکاؤنٹ کھولنے سے گریزاں ہیں، جب ان کے اکاؤنٹ کھلیں گے تب ہی اُن کی آمدنی کے ذرائع بھی علم میں آئیں گے، لیکن حکومتی ادارے مسائل کو حل کرنے کی بجائے، صرف مدارس پر الزامات عائد کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ امتیازی صورتحال مسائل حل کرنے کے بجائے ان میں مزید اضافہ پیدا کرنے کا سبب ہے۔

⑥ وطن عزیز میں جاری امن کی جدوجہد میں دہشت گردی، انتہاپسندی اور تعصّب و فرقہ بندی بظاہر بنیادی نظریاتی عوامل ہیں۔ جب تک نظریاتی بنیادوں پر نکھار نہیں ہوجاتا، اقدام اور مزاحمت و دفاع میں بھی وضاحت نہیں آئے گی۔ دہشت گردی کے دو پس منظر ہیں: ایک مذہبی فرقہ وارانہ دہشت گردی اور دوسری حکومت، عوام اور سیکورٹی اداروں کے خلاف سیاسی دہشت گردی۔ ہر دو کا پس منظر، اہداف اور لائحۂ عمل مختلف ہے۔ حکومت نے ان اصطلاحات کی مذمّت کرتے ہوئے، ان کی جامع مانع یعنی واضح تعریف اور حد بندی نہیں کی۔ مستزاد یہ کہ بعض صوبائی حکومتیں، سرکاری وسائل و اختیارات استعمال کرتے ہوئے ایک خاص مکتبِ فکر کو فرقہ وارانہ گروہ قرار دے کر اس کے لیے زمین تنگ کر رہے ہیں، ان کو پولیس مقابلوں میں 'پار' کیا جارہا ہے۔ بہت سے مقتدر عناصر نے اپنے مخصوص مفادات اور نظریات کو دہشت گردی کے وسیع تر اور من مانے مطالب پہناتے ہوئے، اس جنگ کے فوکس اور ہدف کو متاثر کرنا شروع کر دیا ہے جس سے اس کی تاثیر اور افادیت بے معنی ہوتی نظر آرہی ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ ان اصطلاحات کے پس پردہ غلط معانی کو ختم کرنے کے لیے ایک واضح موقف پیش کرے۔ گرفت اور بندش کا منظم میکانزم تشکیل دے، وگرنہ کچھ عرصہ بعد ہم ایک اور سمت سے انہی مسائل کا سامنا کر رہے ہوں گے، اور مسائل حل ہونے کے بجائے گھمبیر تر ہوتے جائیں گے۔

⑦ پاکستان دنیا کے نقشے پر اسلام کے نام سے قائم ہونے والی واحد اسلامی ریاست ہے، اس لحاظ سے اسے ایک نظریے نے تخلیق و تشکیل کیا ہے۔ جب تک یہ نظریہ زندہ و پائندہ، اجتماعی و انفرادی زندگی میں متحرک و مؤثر اور جاری و ساری رہے گا، اس وقت تک پاکستان کے جسدِ قومی کو سنگین

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس نظریے کو ہی اگر تباہ کر دیا جاتا ہے تو اس کے شہریوں کو متحد و مرکوز رکھنے کی کوئی اور مضبوط بنیاد باقی نہیں رہتی۔ اس لحاظ سے پاکستان میں مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ کی طرح نظریاتی فروغ و تحفظ کا بھی کوئی مضبوط ریاستی ادارہ بننا از حد ضروری ہے۔ مذکورہ بالا ریاستی ستونوں پر جب کوئی حرف گیری ہوتی ہے تو ان کا مضبوط قانونی وجود ان کے تحفظ کی ضمانت بن جاتا ہے، جب کہ اسلام اور نظریۂ پاکستان ہی ایسے یتیم ہیں کہ جس کا جی چاہے، ان کے خلاف ذو معنی جدوجہد شروع کر دیتا ہے۔ ملائیت، رجعت و دقیانوسیت، دہشت گردی اور فرقہ واریت کی آڑ میں اسلام کو برا بھلا کہا جاتا اور ملک کی نظریاتی بنیادوں کو کمزور کیا جاتا ہے۔ قیام امن کی اس جدوجہد میں بھی بد قسمتی سے مذہب اور دہشت گردی کو مترادف قرار دیا جا رہا ہے۔

اس وقت دہشت گردی کا مترادف 'اسلام' اور بدامنی کا مجرم 'مذہب' قرار پایا ہے، جبکہ یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ امریکہ بہادر کے اس خطہ میں 'تشریف آوری' سے قبل یہاں سیاسی نوعیت کی دہشت گردی کا کوئی نام و نشان بھی نہیں تھا، ہمارے شمالی اور سرحدی علاقہ جات میں بسنے والے پاکستانی محبِ وطن اور پرامن شمار ہوتے تھے، اب یہ میڈیا کی مہربانی ہے کہ عالمی طاقتوں کے مفاد و بربریت پر مبنی کھیل میں قرعۂ جرم اسلام کے نام نکال دیا گیا ہے اور حکومتِ وقت نے اس کو تسلیم کر کے، یک طرفہ اقدامات بھی شروع کر دیے ہیں۔

نیشنل ایکشن پلان اور اکیسویں آئینی ترمیم، ہر دو میں اسلام کو نشانے پہ رکھا گیا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ مغرب سے مفادات حاصل کرنے والا طبقہ بھی، اپنے میڈیائی اور سماجی و مالیاتی اثر و رسوخ کی بنا پر، اس جنگ کو اسلام کے خلاف مرکوز و مؤثر کرنے پر مصر ہے۔ بڑے شہروں میں حکومتی اداروں کی طرف سے جو پوسٹر چسپاں کیے جا رہے ہیں، یا بعض اوقات حکومتی سطح پر جو اشتہار شائع کیے جا رہے ہیں، ان میں جہاد، صدقات اور فلاحی مقاصد جیسے الفاظ استعمال کر کے اور کبھی سپیکر کے غلط استعمال کو روکنے کو دہشت گردی کے خلاف جنگ سے جوڑا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کون ایسا بے وقوف ہو گا جو کھلم کھلا سپیکروں پر دہشت گردی کا ارتکاب کرتا پھرے۔ مسجد و مدارس دہشت گردی کے خلاف یکسو ہیں، لیکن لبرل طبقہ کی مہربانی سے اُنہیں ایک حریف باور کر لیا گیا ہے۔ اگر محراب و منبر سے بھی ان کے خلاف منظم آواز اُٹھنا شروع ہو گئی تو پھر یہ ملک نظریاتی خانہ جنگی کی طرف چلا جائے گا۔ اس لیے مسئلہ

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

کو مسئلہ تک ہی محدود رہنے دیا جائے اور غلط کار لوگوں کو اپنی بری خواہشات کا لبادہ اوڑھانے کا موقع نہ دیا جائے۔

اسلام ایک پر امن مذہب ہے اور اس پر عمل کرنے والے امن وسلامتی پر یقین رکھتے ہیں۔ جو لوگ دہشت گردی کو اسلام سے جوڑتے ہیں، اُنہیں فرانس میں گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے اخبارات کی نظریاتی دہشت گردی پر توجہ دینی چاہیے۔ کسی قوم کے مقدسات اور کائنات کی متبرک ترین ہستی ﷺ کی توہین کرنا سب سے بڑی دہشت گردی ہے، جس سے کسی پر امن قوم کو ردّعمل پر اکسایا جاتا ہے۔ دہشت گرد اہل مغرب نے توہین آمیز خاکے مسلسل اور مکرّر شائع کرنے کی خاموش تائید ہی نہیں کی، بلکہ ایسا کرنے والے اخبار کے خلاف جارحانہ اقدام کے جواب میں ۱۲ جنوری ۲۰۱۵ء کو پیرس میں ۱۵ لاکھ افراد پر مشتمل ایک عظیم جلوس نکال کر، اس مذموم رویے کی تصدیق بھی کی ہے جس میں یورپی ممالک کی تمام اہم سیاسی قیادت مجتمع تھی، اسی سے شہ پاکر اسی فرانسیسی اخبار نے سہ بارہ رسالت مآب ﷺ کے توہین آمیز کارٹون شائع کرکے اہل اسلام کے زخموں پر نمک پاشی کی ہے اور ایسے بعض روشن خیال مسلمانوں کو، جو اس اخبار پر جارحیت کے خلاف جلوس میں شریک تھے، اپنا حقیقی چہرہ دکھایا اور ان مسلمانوں کو بھی ذلّت سے دوچار کیا ہے۔ یہ ہے حقیقی دہشت گردی!!

⑧ حکومتِ وقت کو قانون سازی کرتے ہوئے، توازن واعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ وہ سب چیزیں جو اس سے قبل سراسر غلط مانی جاتیں، سانحۂ پشاور کے فوراً بعد مذہبی طبقات کے خلاف اُٹھائے جانے والے طوفانِ بلاخیز کے نتیجے میں جائز نظر آنے لگیں۔ اور اس کے لیے کسی قسم کے ثبوت یا منطقی جواز کی ضرورت بھی اضافی سمجھی جانے لگی۔ پنجاب حکومت نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں سپیکر کے منافرت پر مبنی غلط استعمال کو ایک اہم بنیاد قرار دیتے ہوئے، لاؤڈ سپیکر زایکٹ منظور کر لیا۔ اس ضابطے کی رو سے ہر مسجد میں داخلی طور پر اور اذان وعربی خطبہ کے لیے بیرونی طور پر بھی محض ایک سپیکر کی اجازت دی گئی۔ قابل غور امر یہ ہے کہ سمتیں چار ہوتی ہیں: شمال وجنوب اور مشرق ومغرب، لیکن حکومتی بزرجمہروں نے نامعلوم کس منطق کی رو سے اذان کے لیے صرف ایک سپیکر کی اجازت دی، گویا نماز کی اطلاع کی ضرورت صرف ایک سمت میں رہنے والے مسلمانوں کو ہے۔ اخبارات میں حکومت کی طرف سے اس مضمون کے

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

اشتہارات بھی شائع ہوگئے۔ یہی صورت حال اندرونی سپیکرز کی بھی ہے کہ مسجد کے داخلی ہال میں بھی مناسب آواز کے لیے ایک سپیکر کافی نہیں ہوتا، بلکہ برآمدہ اور صحن کے لیے اور جمعہ کے اجتماعات کے لیے اندرونی طور پر بھی ایک سے زیادہ سپیکرز کی ضرورت پیش آتی ہے۔ حکومت کے عقل مند مشیر جب اس طرح دانش مندی اور پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اعلیٰ سطح پر بھی ان کی ہاں میں ہاں ملادی جاتی ہے تو پھر قانون شکنی کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ ایسے مضحکہ خیز اور ناقابل عمل قانون کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی مسجد حتی کہ سرکاری مساجد کی انتظامیہ بھی اس پر عمل کرنے پر قادر نہیں اور اس لحاظ سے پنجاب کی تمام مساجد قانون شکن ہیں، جس کی پاداش میں کسی بھی لمحہ کسی بھی مذہبی شخصیت پر شکنجہ کسا جاسکتا ہے۔ مزید برآں اس ایکٹ کی رو سے بھی لاؤڈ سپیکر کے مذہبی استعمال پر ہی گرفت کی جائے گی، اور اونچی آواز میں میوزک سنٹرز اور شادی بیاہ یا تقریبات کے موقع پر بیہودہ گانوں کو بجانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ واضح امتیاز اور برائی کا فروغ بھی قابل اصلاح ہے۔

یہی صورتِ حال اشتعال انگیز لٹریچر کی ہے، جس کے تدارک کے لیے محکمہ اوقاف کے تحت 'اتحاد بین المسلمین' کا وسیع تر بورڈ جامعہ اشرفیہ کے نائب مہتمم مولانا فضل الرحیم اشرفی کی قیادت میں کام کررہا ہے۔ اوّل تو کسی بھی لٹریچر کے منافرت انگیز ہونے کا یہی قابل اعتماد حکومتی فورم ہے، لیکن اس سے بالا بالا مختلف تھانوں کی مؤثر شخصیات اپنی ذاتی پسند وناپسند کی بنا پر پولیس کے ذریعے اپنے مخالف ناشرین کے خلاف سخت اقدام کروادیتی ہیں، اور اس طرح لاہور کے متعدد نشریاتی اداروں کے ذمہ داران پولیس کی بے جا گرفت کا شکار ہیں، جس کا ایک منظر اُردو بازار لاہور میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ کس طرح وہاں ناشرین پولیس کے ہاتھوں شاکی ہیں اور پولیس نے اپنے تئیں کس کس تحریر کو، دوسرے بااثر فرقے کے خلاف گردان کر قانون کا شکنجہ کسا ہوا ہے۔ اگر حکومتی سطح پر یہ اتحاد بین المسلمین بورڈ بعض کتابوں کے قابل اعتراض مواد کی بنا پر ان کی بندش کے آرڈرز جاری کر بھی دیتا ہے تو انہی کتب کے بذریعہ انٹرنیٹ یا دیگر الیکٹرونک آلات کی نشرواشاعت پر پابندی اور گرفت کا کوئی مؤثر نظام موجود نہیں۔ اگر پنجاب میں ایسے دل آزار لٹریچر کو منع کیا جاتا ہے تو دیگر صوبوں سے درآمد کا نام لے کر ایسا لٹریچر پھیلا دیا جاتا ہے۔ انتظامیہ کو ایک طرف جرائم کی روک تھام کے لیے متوازن

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

قانون سازی کرنی چاہیے، واضح نظام تشکیل دینا چاہیے اور دوسری طرف قانون شکن عناصر سے زیادہ تیز اور متحرک ہونا چاہیے، وگرنہ قانون اور اس کو نافذ کرنے والے ادارے عوام میں مذاق بن کر رہ جائیں گے۔

دو اُصولی باتیں

کسی جرم کے ثبوت اور اس کی سزا کا دنیا میں ایک معروف نظام ہے کہ ملزم کے خلاف فردِ جرم عائد کی جاتی، گواہوں یا اعتراف کی بنا پر اس کو ثابت کیا جاتا، شواہد کی بنا پر اس کو اعتراف اور بیانِ حقیقت پر مجبور کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں اسی طرح جرائم ثابت ہوتے اور اُن کی سزا دی جاتی ہے۔ میڈیا کے اس دور میں کچھ عرصہ سے جرم وسزا کی ایک نئی صورت متعارف ہوئی ہے جو سابقہ سب اُصول وضوابط کو ختم کرتی دکھائی دیتی ہے۔ کسی بھی واقعہ کو مخصوص رخ دینے کے لیے، میڈیا میں اس کے ایک مخصوص پہلو کو نمایاں کر دیا جاتا ہے، اس کی ذمہ داری کے لیے ایک نامعلوم فون کال کافی سمجھی جاتی اور اس کے بعد پوری قوم کا غم وغصہ مطلوبہ فرد یا گروہ کے خلاف مجتمع کر دیا جاتا ہے، اس کے بعد اس مبینہ مجرم کے خلاف ہر طرح کی زیادتی روا سمجھی جاتی ہے۔ پھر ایسے ہدف کو کھلے عام یا بلوۂ عوام میں قتل کر دیا جائے، اس پر ڈرون حملہ کر دیا جائے، یا ان پر بمباری کی شکل میں اجتماعی ہلاکت مسلط کر دی جائے، ان کے معصوم بچوں اور خواتین کے خون سے ہاتھ رنگے جائیں، ایسا سب کچھ جائز باور کر لیا جاتا ہے۔ عدالتی ٹرائل کے بالمقابل اسے 'میڈیا ٹرائل' کا نام دینا زیادہ موزوں ہے جو گذشتہ دو دہائیوں سے زیادہ مؤثر طریقۂ کار کے طور پر سامنے آیا ہے۔

نائن الیون کے سانحے کے بعد یہی حکمتِ عملی اپنائی گئی، میڈیا کے بل بوتے پر اسامہ بن لادن کو اس کا مجرم قرار دے کر، امریکہ اپنے پورے لاؤ لشکر سے افغانستان پر چڑھ دوڑا۔ اور امریکہ نے اپنے چند سو شہریوں کی ہلاکت کا بدلہ افغانستان کی ہزاروں بستیوں کو تورا بورا بنا کر لے لیا۔ اس دور میں افغان حکمرانوں کا یہ مطالبہ تھا کہ اُسامہ بن لادن پر یہ جرم ثابت کیا جائے تو وہ اس کو ہر طرح کی سزا دینے کو تیار ہیں لیکن آج تک اسامہ بن لادن پر نائن الیون کا جرم ثابت نہیں کیا گیا، البتہ اس کی اس موقع پر مسرت اور خوشی کو من مانا مطلب دیتے ہوئے، اس کو اس اقدام کا مرتکب خیال کر لیا گیا۔

پاکستان میں جاری دہشت گردی کی جنگ بھی ایسے ہی میڈیا ٹرائل کا شکار ہے۔ دہشت گردی کے

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

واقعات انتہائی قابل مذمت، شرم ناک اور بھیانک ہیں اور ایسا کرنے والے کسی رعایت کے مستحق نہیں، ان کا جرم عدل وانصاف کی کسی میزان میں پورا نہیں اتر سکتا۔ ان کے ساتھ کسی قسم کی نرمی نہیں ہونی چاہیے اور ان کو بدترین سزائیں دی جانی چاہئیں۔ لیکن یہ دہشت گردی کرنے والے لوگ ہیں کون؟ یہ سب سے اہم سوال ہے...!!

پاکستان، ایک عظیم عسکری ایٹمی اسلامی طاقت ہے۔ اس کے ہمسایوں میں چین وبھارت جیسی بڑی قوتیں موجود ہیں۔ گرم پانیوں، بلند پہاڑی سلسلوں، تجارتی راستوں، قیمتی معدنیات، اہم ترین محل وقوع کی حامل اس اہم اسلامی ریاست کے محنتی باشندے دنیا بھر میں اپنی قابلیت وذہانت کا سکہ منواتے ہیں۔ دنیا کی بڑی قوتیں پاکستان کو اس کے حال پر چھوڑنے کی بجائے، ہر دم کسی نہ کسی اُلجھن میں مشغول رکھنا اور اپنے مقاصد پورے کرنا چاہتی ہیں۔ اس بنا پر یہاں دنیا کی بڑی انٹیلی جنس ایجنسیاں کارفرما رہی ہیں۔ عالمی جہاد کا تیس سالہ عملی اور نظریاتی میدان رہنے کی وجہ سے بھی یہ ملک دوسروں کے لیے اجنبی نہیں ہے۔ امریکہ کا سب سے بڑا سفارتخانہ اور عملہ، اور بھارت کے پاکستانی سرحد پر بڑی تعداد میں قونصل خانے اور ان کی ناجائز، قانون شکن سرگرمیاں کسی سے مخفی نہیں۔ ان حالات میں پاکستان میں جاری بدامنی کے اس مسئلے کو یوں سادہ انداز میں سمجھا نہیں جاسکتا۔ مختلف عالمی ایجنسیاں اپنے مقاصد کے لیے اپنے ایجنٹ تلاش کرتی اور اسے من مانے مطالب پہناتی رہتی ہیں۔ سانحۂ پشاور سے صرف سات دن قبل، ذمہ داری قبول کرنے والے دہشت گرد گروہ کے سربراہ عمر خراسانی کی ملاقات بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی سے کابل میں ہوئی تھی جس سے اس حادثے کی بہت سی کڑیاں از خود مل جاتی ہیں۔

طویل عرصے سے جاری عسکری سرگرمیوں نے اس ملک میں بہت سے متحرک عناصر پیدا اور منظم کر دیے ہیں۔ اور ان سے کام لینے والوں نے، اپنے اہداف پورے ہو جانے کے بعد ان کو من مانی کے لیے کھلا چھوڑ رکھا ہے۔ جہاد کے نام سے متحرک عناصر میں بہت سے مالی مفادات کے لیے بننے والے گروہ بھی ہیں، جن کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے۔ ان گروہوں کے رجحانات، اہداف اور امکانات بھی مختلف ہیں۔ ان سے کسی بھی قسم کا کام لیا جاسکتا ہے جو کام لینے والے کی خواہش، حکمتِ عملی اور ذہانت پر منحصر ہے۔ حکومت کے لیے بڑا آسان ہوتا ہے کہ کسی بھی واقعہ کو دہشت گردی قرار دے کر، اپنی ذمہ داری سے آنکھیں چرا لی جائیں۔ اور یہ سب ملک دشمن عناصر، اس جرم کو آسانی سے طالبان یا اسلام کے کھاتے میں ڈال کر، اس ملک کو زمینی کے ساتھ نظریاتی نقصان پہنچانے میں بھی

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

کامیاب رہتے ہیں۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ ان منتشر و متحارب گروہوں سے آمنا سامنا اور جنگ جوئی کی بجائے، بات چیت کا راستہ اپنایا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی مختلف تنظیموں اور رجحانات پر علیحدہ علیحدہ کام کیا جائے۔ ان کی قوت کو منتشر کر کے اُن میں اپنے ساتھی تلاش کیے جائیں۔ اور آخر کار جو لوگ کسی بھی صورت پاکستان اور اس کے عوام کے ساتھ مفاہمت کرنے کو آمادہ نہیں ہوتے، جو قومی تنصیبات کو تباہ کرنے اور قوم کے خون کی ہولی کھیلنے پر مصر ہوں، اُن سے آہنی ہاتھ سے نمٹا جائے۔ فساد پر مصر لوگوں سے تو سختی سے نمٹنے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں۔ ان میں جو لوگ قانون کی گرفت میں آجائیں اور ان کا جرم ثابت ہو جائے تو ان کو ہولناک اور عبرت ناک سزائیں دی جائیں، اس سلسلے میں کسی امتیاز اور رعایت سے کام نہ لیا جائے۔ فوج کے علاوہ عوام کو ہلاکت سے دوچار کرنے والے دہشت گردوں کو نشانِ عبرت بنایا جائے۔ ایسے مجرموں سے اُن کے ساتھیوں اور جڑوں تک پہنچا جائے۔

افسوس ناک صورتِ حال یہ ہے کہ سانحۂ پشاور کے نتیجے میں، دہشت گردی کے خلاف ساری جنگ کو دین پر عمل پیرا طبقہ، جو مساجد و مدارس کے ذریعے اسلام کی خدمت کر رہا ہے، کے خلاف مرکوز کر دیا گیا ہے۔ اس طرح گویا قوم کو نظریاتی طور پر بانٹتے ہوئے، اہل دین کو پہلے مجاہد اور پھر مجاہد کو دہشت گرد قرار دے دیا گیا۔ یہ وہی موقف ہے جو دنیا بھر میں عالمی میڈیا پھیلاتا اور امریکی و مغربی طاقتیں اس کی ہم نوا ہیں۔ اہل مغرب کے حالیہ موقف کی رو سے تو دنیا کا ہر مسلمان دہشت گرد ہے، جسے یقین نہیں وہ بیرون ملک پاکستان کے ہر شہری یا کسی یورپی ملک میں مسلم باشندوں کے بارے میں مغربی میڈیا کے رجحان کا مطالعہ کر لے، غور کیجئے کہ کیا اس موقف میں صداقت کی کوئی ادنیٰ رمق بھی ہے؟... ہم کس سمت لڑھک رہے اور کس کی زبان بولنے کے عادی ہوتے جا رہے ہیں؟

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ فوجی عدالتوں کے ذریعے ملک کے موجودہ عدالتی نظام پر بداعتمادی کی سیاہ چادر تان دی گئی ہے اور موجودہ نظامِ عدل کو حصولِ انصاف اور گھمبیر صورتحال کے تدارک کے لیے ناکافی قرار دے دیا گیا ہے۔ ایک طرف ان عدالتوں میں مذہب سے وابستہ افراد کو لے جا کر منی مارشل لا لگایا گیا ہے، جہاں قانونی ضابطے، عام شہری کی بجائے فوجی ملازمین والے جاری کئے جاتے ہیں تو دوسری طرف وہاں دی جانے والی سزا کے خلافِ اسلام ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں بھی بہت سے اندیشے موجود ہیں۔ قرآنِ کریم کے واضح حکم کی رو سے مقتول کے ورثا کے لیے

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

قاتل کو معافی کا حق حاصل ہے، لیکن ان عدالتوں سے سزا پانے والے اس شرعی حق سے محروم ہیں، جیسا کہ اخبارات میں پھانسی کا سزا یافتہ ایک کیس جنوری کے اوائل میں رپورٹ بھی ہو چکا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ عدالتی نظام یا دہشت گردی کی عدالتیں اس صورتحال کے لیے کافی کیوں نہیں؟ اگر ججوں یا عدالتی اہل کاروں کی حفاظت کا کوئی سنگین مسئلہ درپیش ہے تو عدالت کو فوج کی نگرانی میں دیا جاسکتا ہے لیکن پورے قانونی عمل کو ہی فوجی عدالتوں اور ان کے قوانین کے سپرد کر دینا واقعتاً شہری حقوق کے منافی ہے۔ قانونی ماہرین کا کہنا ہے کہ ان عدالتوں میں ملزمان کو صفائی کا مناسب موقع نہیں ملتا اور دیگر شہریوں کے مساوی قانون ان پر لاگو نہیں کیا جاتا جو ان کا آئینی حق ہے۔ اگر حکومتِ وقت امن وامان کی ذمہ داریاں نبھا نہیں سکتی تو پھر پورے نظام حکومت کو ہی فوج کی نگرانی میں کیوں نہیں دے دیتی۔ آل پارٹیز کانفرنسز میں چیف آف آرمی سٹاف کی مسلسل شرکت اور ہر صوبے میں وزیر اعلیٰ کے ہمراہ کور کمانڈروں کی سیاسی اجلاسوں میں شرکت فوج کے سیاسی کردار میں غیر معمولی اضافہ کی غمازی کرتی ہے۔

اسی لیے وکلا کی سب سے بڑی تنظیم 'پاکستان بار کونسل' اور کئی وکلا تنظیمیں اکیسویں ترمیم کے خلاف اپنے احتجاج کو تدریجاً منظم کر رہی ہیں۔ ۲۹ جنوری کو اس ترمیم کے خلاف یوم سیاہ منانے کے علاوہ سپریم کورٹ میں آئینی درخواست بھی دائر کر دی گئی ہے، جس کی سماعت شروع ہو چکی ہے۔

مذکورہ بالا سطور میں اس توازن واحتیاط اور مضمرات کی نشاندہی کی گئی ہے جس کو پیش نظر رکھ کر ہی قیام امن کی اس جنگ کو کامیابی سے ہم کنار کیا جاسکتا ہے۔ لوگوں کی ذہنی تربیت اور عمل سے پہلے فکر ونظر کے مرحلے میں قوم کو یکسو اور واضح ہونا ہوگا، ذہن ونظریہ کو بدل کر اُنہیں مطمئن کرنا ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی مکہ مکرمہ میں بت توڑنے سے قبل لوگوں کی ذہن سازی کی، پھر فتح مکہ کے موقع پر بت پاشی کا موقع آیا۔ نظریاتی کشمکش میں مذہب سے دستبردار ہونے کی بجائے، اس کی تائید حاصل کرنا ہوگی۔ اور جیسا کہ آغاز میں ہم کہہ چکے ہیں کہ اسلام میں دہشت گردی اور اس بربریت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پاکستان میں جس تحریک کی تائید اسلام اور اہل اسلام نے کی ہے، اُسی نے کامیابی پائی ہے۔ مذہب کو دیوار سے لگانے کی کوششیں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ یہ نوشتہ دیوار ہے، جس کا جس قدر جلد ادراک ہو جائے، اتنا ہی بہتر ہے!! (عبد اللہ حسن)

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث